تقریر بابت سیرت رسولؐ
وقت 5-7 منٹ

❁❁❁ تقریر ❁❁❁

# فَاَمَمْتُهُمْ (حضرت محمدؐ)

## مَیں نے ان سب انبیائے کرام علیہم السلام کی امامت کرائی

## (واقعہ اسراء)

سورۃ بنی اسرائیل جسے سورۃ اسراء بھی کہا جاتا ہے اس کا آغاز اس ارشاد باری تعالیٰ سے ہوتا ہے:

سُبۡحٰنَ الَّذِیۡۤ اَسۡرٰی بِعَبۡدِہٖ لَیۡلًا مِّنَ الۡمَسۡجِدِ الۡحَرَامِ اِلَی الۡمَسۡجِدِ الۡاَقۡصَا الَّذِیۡ بٰرَکۡنَا حَوۡلَہٗ لِنُرِیَہٗ مِنۡ اٰیٰتِنَا ؕ اِنَّہٗ ہُوَ السَّمِیۡعُ الۡبَصِیۡرُ (بنی اسرائیل:2)

کہ پاک ہے وہ جو رات کے وقت اپنے بندے کو مسجد حرام سے مسجد اقصیٰ کی طرف لے گیا جس کے ماحول کو ہم نے برکت دی ہے۔ تاکہ ہم اسے اپنے نشانات میں سے کچھ دکھائیں۔ یقیناً وہ بہت سننے والا (اور) گہری نظر رکھنے والا ہے۔

ایک شجر ہے جس کی شاخیں پھیلتی جاتی ہیں
کسی شجر میں ہم نے ایسی بات نہیں دیکھی
اِک دریائے رحمت ہے جو بہتا جاتا ہے
یہ شانِ برکات کسی کے سات نہیں دیکھی

**معزز سامعین!** مجھے آج آقا و مولیٰ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے دو روحانی سفروں میں سے اسراء پر روشنی ڈالنی ہے۔ سورۃ بنی اسرائیل کی یہ آیت مبارکہ جس کی تلاوت خاکسار نے کی ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اُس عظیم الشان روحانی سفر کی طرف اشارہ کرتی ہے جو مسجد حرام سے بیت المقدس کی طرف کیا گیا جسے تاریخ اسلام میں اسراء کے نام سے بیان کیا جاتا ہے۔ تاریخ احادیث اور عقلی استدلال اس امر کی تائید میں ہیں کہ اسراء کا واقعہ گیارھوں یا بارھوں سال بعد نبوت کا ہے۔ اسراء ایک عربی لفظ ہے جس کے معنے کسی کو رات کے وقت ایک جگہ سے دوسری جگہ لے جانے یا سفر کرانے کے ہیں۔ چونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ روحانی سیر رات کے وقت کرائی گئی تھی، اس لیے اس کا نام اسراء رکھا گیا۔ کتب احادیث میں اس واقعہ کی تفصیل یوں بیان ہوئی ہے کہ

"ایک رات آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اپنی چچازاد بہن حضرت ام ہانیؓ کے گھر تشریف فرما تھے۔ آپؐ نے دیکھا کہ حضرت جبرائیلؑ آپؐ کے پاس آئے اور ایک گدھے سے بڑا مگر خچر سے چھوٹا بُراق نامی جانور جو نہایت خوبصورت سفید رنگ لمبے جسم کا تھا آپؐ کے سامنے لائے جب آپؐ اس پر سوار ہونے لگے تو اس نے اپنی دُم ہلائی یعنی کچھ انکار کیا جس پر جبرائیلؑ نے بُراق سے کہا۔ بُراق! ٹھہر! ٹھہرو!۔ واللہ آج تک تم پر کوئی اس شان کا شخص سوار نہیں ہوا۔ تب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس پر سوار ہو کر حضرت جبرائیلؑ کے ساتھ بیت المقدس کی طرف روانہ ہوگئے۔ راستہ میں آپؐ کو ایک بڑھیا ملی جو راستے کی ایک جانب کھڑی تھی جسے دیکھ کر آپؐ نے جبرائیل سے پوچھا کہ یہ کون ہے؟ جبرائیل نے کہا آگے چلئے۔ جب آپؐ آگے روانہ ہوئے تو تھوڑی دیر کے بعد آپؐ کو راستہ کے ایک طرف سے کسی نے آواز دے کر بلایا کہا۔ اے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم)! اِدھر آیئے۔ اس پر جبرائیلؑ نے پھر آپؐ کو بولنے سے منع کیا اور کہا اے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم)! چلئے آگے چلئے اور کچھ جواب نہ دیجئے۔ جب آپؐ آگے آئے تو کچھ دیر کے بعد آپؐ کو راستہ میں چند آدمیوں کی ایک جماعت ملی جنہوں نے اِن الفاظ میں آپؐ کو سلام کہا کہ اَلسَّلَامُ عَلَیۡکَ یَا اَوَّلُ۔ اَلسَّلَامُ عَلَیۡکَ یَا اٰخِرُ۔ اَلسَّلَامُ عَلَیۡکَ یَا حَاشِرُ۔ یعنی "اے اوّل! تجھ پر خدا کا سلام ہو۔ اے آخر! تجھ پر خدا کا سلام ہو۔ اے حاشر! (یعنی جمع کرنے والے) تجھ پر خدا کا سلام ہو۔" اس پر جبرائیلؑ نے کہا اے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم)! آپ بھی ان کے سلام کا جواب دیں۔ چنانچہ آپؐ نے بھی انہیں سلام کہا اور پھر آگے روانہ ہوگئے۔ تھوڑی دیر کے بعد

پھر آپؐ کو ایسی ہی ایک اور جماعت راستہ میں ملی۔ انہوں نے بھی پہلی جماعت کی طرح انہی الفاظ میں سلام کہا۔ پھر آپؐ آگے چلے کچھ وقفہ کے بعد پھر تیسری دفعہ یہی واقعہ پیش آیا۔ یہاں تک کہ آپؐ بیت المقدس میں پہنچ گئے۔ یہاں جبرائیلؑ نے آپؐ کے سامنے تین پیالے پیش کئے۔ ایک میں پانی تھا۔ دوسرے میں شراب تھی اور تیسرے میں دُودھ تھا۔ آپؐ نے دودھ کا پیالہ لے کر پی لیا اور باقی دونوں ردّ کر دیئے۔ تو آپؐ کو جبرائیلؑ نے کہا۔ آپؐ نے صحیح فطرت کو پالیا۔ اگر آپؐ پانی پی لیتے تو آپؐ بھی غرق ہوتے اور آپؐ کی اُمّت بھی غرق ہو جاتی اور اگر آپؐ شراب کا پیالہ پی لیتے تو آپؐ بھی گمراہ ہوتے اور آپؐ کی امت بھی گمراہ ہو جاتی۔ پھر آپؐ کے سامنے حضرت آدمؑ اور ان کے بعد کے انبیاء لائے گئے اور آپؐ نے ان کا امام بن کر انہیں نماز پڑھائی۔ اس کے بعد جبرائیلؑ نے آپؐ سے کہا کہ وہ جو آپؐ نے بڑھیا راستہ کے ایک جانب دیکھی تھی وہ دنیا تھی اور دنیا کی عمر میں اب صرف اسی قدر وقت باقی رہ گیا ہے جو اس بڑھیا کی عمر میں باقی رہتا ہے اور جو شخص راستہ سے ہٹ کر آپؐ کے ایک طرف بُلاتا تھا۔ وہ خدا کا دشمن ابلیس تھا جو آپ کو راستہ سے ہٹا کر اپنی طرف متوجہ کرنا چاہتا تھا اور وہ جو آپؐ کو آخر میں ایک جماعت ملی تھی اور اُنہوں نے آپؐ کو سلام کہا تھا وہ خدا کے رسول حضرت ابراہیمؑ اور موسیٰؑ اور عیسیٰؑ تھے۔ اس کے بعد آپؐ مکّہ کی طرف واپس لوٹ آئے۔"

(سیرت خاتم النبیین جلد اول صفحہ 223-225 و تفسیر کبیر جلد 4 صفحہ 290)

**سامعین!** واقعہ اسراء میں مستقبل میں پیش آنے والے واقعات کے متعلق عظیم الشان پیشگوئیاں تصویری رنگ میں بیان ہوئی ہیں۔ سب سے پہلا اشارہ یہ تھا کہ اب جو اسلام پر ایک تنگی کا زمانہ ہے اسے ہم عنقریب دُور کر دیں گے اور مصائب کی موجودہ تاریکی دن کی روشنی میں بدل جائے گی۔ چنانچہ آیت اسراء میں "رات" کا لفظ استعمال کیا جانا اسی حقیقت کے اظہار کے لیے ہے کیونکہ تصویری زبان میں تنگی اور مصیبت کا زمانہ رات کے وقت سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ پھر اس سفر کی ابتداء اور انتہا کے لیے مسجدِ حرام اور مسجدِ اقصیٰ کے الفاظ کا بیان کیا جانا اس غرض سے ہے کہ اے مسلمانو! اب تک تمہارا واسطہ صرف قدیم عربی مذہب و تمدّن کے ساتھ رہا ہے جس کا مرکز مسجدِ حرام ہے لیکن اب وقت آتا ہے کہ عیسائیوں اور یہودیوں کے ساتھ بھی تمہارا واسطہ پڑے گا اور تمہاری توجہ کا مرکز مسجد حرام سے وسیع ہو کر یہودیوں اور عیسائیوں کے مذہبی مرکز بیت المقدس تک جا پہنچے گا۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا کہ ہجرت کے بعد اسلام کا محاذ غیر معمولی طور پر وسیع ہو کر یہودیت اور مسیحیت کے مقابل پر آ گیا اور اسراء میں جو پیشگوئی کی گئی تھی وہ لفظ بلفظ پوری ہوئی۔ اس کے بعد بُراق کی سواری کا منظر ہے اس سے یہ مُراد تھی کہ جو مقابلہ دُوسری قوموں کے ساتھ مسلمانوں کو پیش آنے والا ہے اس میں بیشک مسلمانوں کی کامیابی بظاہر مادی اسباب کے ماتحت نظر آئے گی مگر ان اسباب میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایک غیر معمولی طاقت ودیعت کی جائے گی جس میں ان نتائج کو جو خدا پیدا کرے گا ان کے ظاہری اسباب سے کوئی نسبت نہیں ہو گی اور مسلمانوں کی سواری گویا بجلی کی طرح اُڑتی ہوئی آگے نِکل جائے گی چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ ابلیس کا نظارہ عقیدہ کی گمراہیوں اور ضلالتوں کا مجسّمہ ہے اور مسلمانوں کو بتایا گیا ہے کہ ان کی فاتحانہ یلغار میں انہیں شیطانی طاقتیں جادہ صواب سے منحرف نہ کر دیں۔ پھر نبیوں کی ملاقات ہے جو اپنے اندر برکت اور سلام کے پیغام کے علاوہ یہ معنی بھی رکھتی ہے کہ آئندہ فتوحات میں دُنیا کی قومیں اسلامی برکات سے مُتمتّع ہو کر اس کی برتری کا سکّہ مانیں گی۔ چنانچہ یہ ایک تاریخ کا کھلا ہوا ورق ہے کہ یورپ و امریکہ کی موجودہ بیداری اسلام ہی کے ساتھ واسطہ پڑنے کے نتیجہ میں ہے۔ ورنہ اسلام سے قبل یہ سب قومیں جہالت کی نیند سو رہی تھیں اور یورپ کے غیر متعصب محققین نے اسلام کے اس فیض و برکت کو کھلے الفاظ میں تسلیم کیا ہے اور اس بات کا اعتراف کیا ہے کہ مغرب نے علومِ جدیدہ کا پہلا سبق اسلام ہی سے سیکھا ہے۔ بالآخر بیت المقدس میں پہنچ کر آپؐ کی اقتداء میں گزشتہ نبیوں کے نماز پڑھنے کا نظارہ ہے۔ قرآن کریم نے مسجد اقصیٰ کا ذکر فرمایا ہے جبکہ تاریخی طور پر یہ بات ثابت ہے کہ وہاں اس وقت کوئی مسجد موجود نہیں تھی۔ حتّٰی کہ ہیکل سلیمانی بھی موجود نہیں تھا۔ یروشلم پر عیسائیوں کی حکومت تھی عیسائیوں نے یہودیوں سے شدید نفرت کی وجہ سے بیتُ المقدس کی جگہ کو کوڑا کرکٹ اور گند پھینکنے کی جگہ بنایا ہوا تھا۔ حضرت عمرؓ کے دور میں یروشلم فتح ہوا تو جب حضرت عمرؓ یروشلم تشریف لے گئے تو آپ نے اپنے ہاتھوں سے یہ گند صاف کیا اور اس چٹان پر نماز ادا کی۔ بعد میں بنو امیہ کے دور میں اس چٹان پر ایک مسجد تعمیر کی گئی۔ جس کو مسجد اقصیٰ کہا جاتا ہے۔ پس کشف میں جو یہ دکھایا گیا تھا کہ مسجدِ اقصیٰ میں جا کر آپؐ نے انبیاء کو نماز پڑھائی۔ اس سے مراد مسجد نبوی کی تعمیر تھی۔ جس کو اللہ تعالیٰ کے فضل سے زیادہ عزت دی جانے والی تھی اور یہ جو دکھایا گیا کہ آپؐ نے سب انبیاء کی امامت کرائی اس میں یہ بتایا گیا تھا کہ آپؐ کا سلسلہ عربوں سے نکل کر دوسری اقوام میں پھیلنے والا ہے اور سب انبیاء کی امتیں اسلام میں داخل ہوں گی اور یہ اشاعت مدینہ میں جانے کے بعد ہو گی اور اس میں اس طرف بھی اشارہ تھا کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو بیت المقدس کے علاقہ کی حکومت دی جائے گی اور یہ خبر بھی مدینہ میں جا کر پوری ہوئی اور اس مقام سے ہی اسلام کی اشاعت ساری دنیا میں ہوئی بلکہ اس امر کو دیکھ کر حیرت آتی ہے کہ جب مدینہ سے اسلامی دارالخلافہ کو بدل دیا گیا اسی وقت سے اسلام کی ترقی رک گئی۔ تیس سال کے عرصہ میں جس میں مدینہ اسلامی دارالخلافہ تھا اس قدر اسلام کو ترقی ہوئی اور اس قدر اس کی اشاعت ہوئی کہ اس کے بعد تیرہ سو سال میں اس قدر نہیں ہوئی۔ الغرض

اس عظیم الشان کشف میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو ہجرت مدینہ، مسجد نبوی کی تعمیر اور دینِ اسلام کا مکّہ سے نکل کر دیگر اقوام میں پھیلنے اور اسلامی فتوحات کے متعلق بتایا گیا تھا جو اپنے وقت پر بڑی کھلی کھلی سچائی کے ساتھ پورا ہوا اور صداقت اسلام کا ایک عظیم الشان معجزہ اور واضح نشان ہے۔

آپؐ نے مسجد اقصیٰ میں تمام انبیاء کی امامت کروائی۔ اگر یہ سفر جسمانی تھا تو پھر تمام انبیاء بھی جسمانی طور پر اُتر کر آپؐ کے پیچھے کھڑے ہوئے ہوں گے اور کل انبیاء کی تعداد ایک لاکھ چوبیس ہزار بتائی جاتی ہے۔ اتنی تعداد تو اس وقت پورے یروشلم کی بھی نہیں تھی۔ اتنے زیادہ انبیاء اگر وہاں آجاتے تو سارا شہر بلکہ اسکے مضافات بھی بھر جاتے اور سارے علاقے میں دھوم مچ جاتی وہاں کے تمام لوگ انبیاء سے ملتے۔

اسراء کی آیت میں فرمایا گیا کہ

"پاک ہے اللہ جو اپنے بندے کو مسجد حرام سے مسجد اقصیٰ کی طرف لے گیا "(الاسراء: 2)

طرف یا سمت ہمیشہ ٹھوس مادہ کی ہوتی ہے۔ جب کوئی چیز ایک مقام سے دوسرے مقام کی طرف سفر کرتی ہے تو وہ پہلے مقام کو چھوڑ کر اس سے دور ہوتی جاتی ہے اور دوسرے مقام کے قریب ہوتی جاتی ہے۔ اگر اس اسراء کو جسمانی مان لیا جائے تو لازماً ماننا پڑے گا کہ اللہ کا بھی ہماری طرح کا ایک جسم ہے اور جب وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو لینے بیت الحرام پہنچا تو مسجد اقصیٰ اُس کے وجود سے خالی تھا اور جب آپؐ کو لے کر مسجد اقصیٰ کی طرف چلا تو بیت الحرام اُس کے وجود سے خالی ہو گیا۔ جو امر محال ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ ہر جگہ موجود ہے۔ پس ثابت ہوا کہ یہ ایک روحانی سفر تھا نہ کہ جسمانی۔

اسراء بھی دوبار ہوا۔ جب کفار نے آپؐ کی تکذیب کی کیونکہ آپؐ نے فرمایا تھا کہ اللہ مجھے بیت المقدس لے گیا۔ کفار جانتے تھے کہ آپؐ بیت المقدس نہیں گئے اس لئے ان کو موقعہ مل گیا کہ وہ اسکے بارے سوال کریں اور آپؐ جب صحیح جواب نہ دے سکیں گے تو انکو تمسخر اڑانے کا موقع ہاتھ آجائے گا۔ جب وہ سوال کرنے لگے تو آپؐ کو اللہ تعالیٰ نے دوبارہ اسراء کروایا اور کشفی طور پر بیت المقدس کے نظارے آپؐ کے سامنے کر دیئے کفار پوچھتے جاتے اور آپؐ بتاتے جاتے۔ اس طرح وہ لاجواب ہو گئے۔ اگر اسراء جسمانی سفر ہوتا تو دوبارہ بھی اللہ جسمانی سفر کرواتا۔ پوری روایت یوں ہے۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"میں نے خود کو حطیم کعبہ میں پایا اور قریش مجھ سے سفر معراج کے بارے میں سوالات کر رہے تھے۔ انہوں نے مجھ سے بیت المقدس کی کچھ چیزیں پوچھیں جنہیں مَیں نے (یادداشت میں) محفوظ نہیں رکھا تھا جس کی وجہ سے مَیں اتنا پریشان ہوا کہ اس سے پہلے اتنا کبھی پریشان نہیں ہوا تھا، تب للہ تعالیٰ نے بیت المقدس کو اٹھا کر میرے سامنے رکھ دیا۔ وہ مجھ سے بیت المقدس کے متعلق جو بھی چیز پوچھتے مَیں (دیکھ دیکھ کر) انہیں بتا دیتا اور مَیں نے خود کو گروہ انبیائے کرام علیہم السلام میں پایا۔ میں نے دیکھا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کھڑے مصروفِ صلاۃ تھے اور وہ قبیلہ شنوءہ کے لوگوں کی طرح گھنگریالے بالوں والے تھے اور پھر حضرت عیسیٰ بن مریم علیہ السلام کھڑے مصروفِ صلاۃ تھے اور عروہ بن مسعود ثقفی ان سے بہت مشابہ ہیں اور پھر حضرت ابراہیم علیہ السلام کھڑے مصروفِ صلاۃ تھے اور تمہارے آقا (یعنی خود حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم) ان کے ساتھ سب سے زیادہ مشابہ ہیں پھر نماز کا وقت آیا اور مَیں نے ان سب انبیائے کرام علیہم السلام کی امامت کرائی۔ جب مَیں نماز سے فارغ ہوا تو مجھے ایک کہنے والے نے کہا: یہ مالک ہیں جو جہنم کے داروغہ ہیں، انہیں سلام کیجئے۔ پس مَیں ان کی طرف متوجہ ہوا تو انہوں نے (مجھ سے) پہلے مجھے سلام کیا۔"

(مسلم کتاب الإیمان باب ذکر المسیح ابن مریم والمسیح الدجال، 1/156 الرقم:172)

یہ واقعہ ہجرت سے چھ ماہ یا ایک سال قبل پیش آیا۔ اگرچہ مؤرخین نے اس میں اختلاف کیا ہے۔ حضرت عبد اللہ بن عمرؓ فرماتے ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے اسراء کا واقعہ ہجرت سے ایک سال پہلے 17 ربیع الاول کو پیش آیا۔ ابن سعد نے بھی حضرت اُم سلمیٰ رضی اللہ عنہا سے یہی روایت کی ہے کہ یہ واقعہ ہجرت سے ایک سال پہلے سترہ ربیع الاول کو پیش آیا۔ علامہ جلال الدین سیوطی نے خصائص الکبری میں بعض اور روایات پیش کی ہیں اور ان سب سے یہی نتیجہ نکلتا ہے کہ اسراء کا واقعہ ہجرت سے چھ ماہ یا ایک سال پہلے کا ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ کشفی نظارہ شعب ابی طالب سے نکلنے کے بعد دکھایا گیا۔ آپؐ اُس رات حضرت اُم ہانیؓ (ہند) کے گھر پر تھے اور وہ واحد راوی ہیں جو موقعہ کی گواہ ہیں۔ سب سے پہلے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اُم ہانی ہی کو اس واقعہ کے بارہ میں بتایا۔ اُم ہانی کی روایت کے مطابق حضور اس رات بیت المقدس کے سفر سے واپس مکّہ تشریف لے آئے۔ آپؐ نے اس سفر میں آسمان پر جانے کا قطعی کوئی ذکر نہیں کیا۔ جیسا کہ مَیں پہلے بیان کر چکا ہوں کہ راویوں نے معراج اور اسراء کے واقعات کو ملا کر ایک واقعہ بنا دیا اور بیت المقدس کے امور سے فراغت کے بعد آسمان پر جانے کا ذکر شروع کر دیا جبکہ اُم ہانی نے اپنی روایت میں اسراء کو مکہ اور بیت المقدس تک ہی محدود رکھا ہے۔

حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ مزید فرماتے ہیں

"میرے نزدیک اسراء بیت المقدس ایک لطیف کشف تھا اور اس کے ثبوت مندرجہ ذیل ہیں:۔

اول۔ وہی حدیث انس رضی اللہ عنہ کی جسے میں نے سب روایتوں سے تفصیل کے لحاظ سے بہتر قرار دیا ہے۔ اس میں لکھا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے پہلے ایک بڑھیا کو دیکھا اور پھر ایک اور شخص کو دیکھا اور پانی شراب اور دودھ کے پیالے دیکھے اور ان میں سے دودھ کا پیالہ پیا۔ ان تمام امور کی حضرت جبرائیل تعبیر کرتے ہیں۔ اگر یہ کشف نہ تھا تو تعبیر کا کیا مطلب ؟۔ دوسرا ثبوت اس کا یہ ہے کہ قرآن کریم نے بھی اس کا نام رؤیاء ہی رکھا ہے جیسے اسی سورۃ کے چھٹے رکوع میں فرمایا۔ وَمَا جَعَلْنَا الرُّءْيَا الَّتِيْٓ اَرَيْنٰكَ اِلَّا فِتْنَةً لِّلنَّاسِ (بنی اسرائیل :61) کہ یہ رؤیا لوگوں کے فتنہ کے لئے تھی۔ چنانچہ اس آیت کی وجہ سے کئی صحابہ اور سابق علماء نے بھی اسے رؤیا ہی قرار دیا۔

اس جگہ یہ امر یاد رکھنے کے قابل ہے کہ گو قرآن کریم میں اس کے متعلق رؤیا کا لفظ آیا ہے مگر اس لفظ سے دھوکا کھا کر اسے عام خوابوں کی طرح نہیں سمجھنا چاہئے۔ کیونکہ عربی میں رؤیا کا مفہوم اَور ہے اور اردو میں اَور۔ اردو میں تو رؤیا اس نظارہ کو کہتے ہیں جو انسان سوتے ہوئے دیکھتا ہے لیکن عربی میں کشف اور عام خواب دونوں کے لئے کشف کا لفظ بولا جاتا ہے۔"

(تفسیر کبیر)

**سامعین!** نیز مسجد اقصیٰ میں حضورؐ نے انبیاء کی امامت فرمائی۔ آپ امام الانبیاء قرار دئے گئے۔ آپ کی اتباع میں آپ کے عاشق صادق حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو بھی اللہ تعالیٰ نے الہاماً فرمایا "جَرِیُّ اللّٰہِ فِیْ حُلَلِ الْاَنْبِیَآءِ" (خدا کا پہلوان نبیوں کے لباس میں)۔ پھر قرآن کریم میں مسیح موعود کے دور کے نشانات میں سے ایک یہ بھی ہے کہ وَاِذَا الرُّسُلُ اُقِّتَتْ (مرسلات :12) اور جب رسول مقررہ وقت پر لائے جائیں گے۔ چنانچہ صرف دو مرتبہ رسولوں کو اکٹھا کرنے کا ذکر ہے۔ پہلی مرتبہ اسراء میں رسولوں کو مسجد اقصیٰ میں اکٹھا کرنے کا اور دوسری مرتبہ جب مسیح موعود کے دور میں اکٹھا کیا جائے گا۔ اس طرح روحانی لحاظ سے مسیح موعود کی مسجد اقصیٰ اُس مسجد اقصیٰ میں شامل ہے جسے اسراء میں دکھایا گیا جس میں انبیاء اکٹھے کئے گئے اور جس کا ذکر قرآن کریم نے فرمایا ہے۔

حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:

"قرآن شریف کی یہ آیت کہ سُبْحٰنَ الَّذِيْٓ اَسْرٰى بِعَبْدِهٖ لَيْلًا مِّنَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ اِلَى الْمَسْجِدِ الْاَقْصَا الَّذِيْ بٰرَكْنَا حَوْلَهٗ معراج مکانی اور زمانی دونوں پر مشتمل ہے اور بغیر اس کے معراج ناقص رہتا ہے۔ پس جیسا کہ سیر مکانی کے لحاظ سے خدا تعالیٰ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو مسجد الحرام سے بیت المقدس تک پہنچا دیا ایسا ہی سیر زمانی کے لحاظ سے آنجناب کو شوکت اسلام کے زمانہ سے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا زمانہ تھا برکات اسلامی کے زمانہ تک جو مسیح موعود کا زمانہ ہے پہنچا دیا۔ پس اس پہلو کی رو سے جو اسلام کے انتہا زمانہ تک آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا سیر کشفی ہے مسجد اقصیٰ سے مراد مسیح موعود کی مسجد ہے۔"

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّعَلٰٓی اٰلِ مُحَمَّدٍ کَمَا صَلَّیْتَ عَلٰٓی اِبْرَاھِیْمَ وَعَلٰٓی اٰلِ اِبْرَاھِیْمَ اِنَّکَ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ

اَللّٰھُمَّ بَارِکْ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّعَلٰٓی اٰلِ مُحَمَّدٍ کَمَا بَارَکْتَ عَلٰٓی اِبْرَاھِیْمَ وَعَلٰٓی اٰلِ اِبْرَاھِیْمَ اِنَّکَ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ

(یہ تقریر مکرم محمد انور شہزاد اور مکرم ڈاکٹر فضل الرحمٰن بشیر کے مضامین سے تیار کی گئی ہے۔ فجزاھم اللہ تعالیٰ)